آیت مودّۃ فی القربیٰ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳)
(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت رکھو۔

تفسیر صافی ص ۴۵۱ پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے قریبیوں اور میری عترت سے محبت رکھو اور ان کے بارے میں میرے احکام کا تحفظ کرو۔

اور ص ۴۵۲ پر بحوالہ المحاسن لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے اہل بیت کے بارے میں ایک فریضہ ہے۔

اور کافی میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل بصرہ آیۃ مجیدہ **قل لا اسئلکم علیہ اجرا** ...... کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ عرض کیا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے متعلق نازل ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ انہوں نے جھوٹ کہا ما سوا اس کے نہیں کہ یہ آیت ہم اہل بیت رسول علی، فاطمہ، حسن، حسین اصحاب کساء کے بارے میں خاص طور پر نازل ہوئی ہے۔

(القرآن المبین۔ تفسیر المتقین ص ۶۳۰ مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف ریلوے روڈ لاہور)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اہل تشیع یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا وہ کون قرابت دار ہیں جن کی محبت واجب ہے۔ فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے پسران، جبکہ محبت غیر علی واجب نہیں ہے۔ وجوب محبت، وجوب اطاعت کو مستلزم ہے۔ لہٰذا علی کی اطاعت واجب ہے اور اس بناء پر وہی امام ہیں۔

اہل تشیع کا سورۃ شوریٰ کی آیت ۲۳ کے صرف درمیانی حصے سے اپنے مزعومہ عقیدے پر استدلال کرنا نہ صرف یہ کہ باطلِ محض ہے بلکہ قرآن مجید کی معنوی تحریف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ناپاک حملہ بھی ہے۔ مکمل آیت ملاحظہ فرمائیں۔

ذٰلِکَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰہُ عِبَادَہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا

الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْر (الشوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: یہی ہے وہ جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو کہہ دیجیے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔ جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کے لئے اس کی نیکی میں اور نیکی بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدردان ہے۔

آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ میں وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا البتہ ایک چیز کا سوال ضرور ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ داری ہے اس کا لحاظ کرو۔ تم میری دعوت کو نہیں مانتے تو نہ مانو تمہاری مرضی لیکن رشتہ داری وقربت کے ناتے مجھے اذیت پہنچانے سے تو باز رہو کہ میں فریضۂ رسالت ادا کرسکوں۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ''اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى'' کا مطلب پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے (جواب دینے میں) عجلت کی۔ قریش کے سب ہی خاندان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ داری و قرابت ہے تم اس کا لحاظ کرو۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الشوریٰ)

یہ ملحوظ رہے کہ سورۃ شوریٰ مکی ہے۔ نزول آیت کے وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی ولادت تو دور کی بات ہے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح تک نہ ہوا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکی آیت کی تفسیر میں ان لوگوں کی محبت واطاعت کو کیوں کر واجب قرار دے سکتے تھے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

اگر بالفرض محال اہل تشیع کی اس تشریح کو قبول بھی کرلیا جائے کہ مودۃ فی القربیٰ سے مراد آل کساء ہیں تو پھر یہ کیوں کر سمجھ لیا گیا کہ وجوبِ محبت ان چاروں کے ساتھ مخصوص ہے؟ جبکہ شیعہ مصنف ابن بابویہ اعتقادات میں ذکر کرتے ہیں کہ امامیہ کے نزدیک محبت علویان واجب ہے۔

کیا یہ چار حضرات (جن میں سے دو تو نزول آیت کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں یعنی ایک بیٹی، ایک داماد اور دو نواسے۔ پھر ان سے آگے مفروضہ ائمہ اور ان کی مخصوص اولادیں۔ مخصوص اس لئے کہ اس میں اسماعیلی یا بوہرے ائمہ داخل نہیں ہیں۔ زیدی ائمہ بھی اس سے خارج ہیں۔ سنی سادات کو تو ویسے بھی شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ بس زیادہ سے زیادہ اثنا عشری مجتہدین یا ہاتمی سادات شامل ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیت کے الفاظ میں اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ہے یوں نہیں فرمایا گیا کہ الا المودۃ للقربیٰ یا الا المودۃ لذوی القربیٰ.

قُرْبیٰ کے معنیٰ کسی عربی لغت میں رشتہ دار یا قرابت مند کے طور پر نہیں آئے قرابت مند یا رشتہ دار کے لئے قرآن مجید اور عربی لغت میں دو لفظ آئے ایک ذو القربیٰ جس کی جمع ذوی القربیٰ یا اولو القربیٰ ہے۔

لہٰذا قُربیٰ کے معنی صرف قرابت اور رشتہ داری ہے۔اس لفظ کا جو مطلب اہل تشیع نے مراد لیا ہے اگر وہی ہوتا تو آیت کے الفاظ یوں ہوتے کہ:

''الا المودۃ للقربی'' یا ''الا المودۃ لذوی القربی'' اس سلسلے میں چند مزید آیات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ (سورۃ الانفال آیت ۴۱)

(اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو) تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں کے لئے ہے۔

۲۔ فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِیْ الْقُرْبٰی (سورۃ الحشر آیت ۷)

(جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے دلایا) پس وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے ہے۔

۳۔فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ (سورۃ الروم آیت ۳۸)

پس قرابت دار کو اس کا حق عطا کیجئے۔

۴۔وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی (البقرۃ آیت ۱۷۷)

اور اس نے دیا مال اس (اللہ) کی محبت میں رشتہ داروں کو۔

قرآن کریم میں جہاں جہاں اقارب کے حق میں وصیت کی گئی ہے اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آیت میں ''المودۃ'' کا لفظ مصدر استعمال کیا گیا ہے اسم نہیں۔لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ ''القربی'' سے اقارب مراد نہیں۔ اگر اقارب مراد ہوتے تو الفاظ یوں ہوتے ''المودۃ لذوی القربی''

علاوہ ازیں اس صورت میں آیت میں ''فی'' لفظ بھی نہیں ہونا چاہیئے تھا۔اس لئے کہ عربی محاورہ میں یوں نہیں کہا جاتا کہ ''اسئلک المودۃ فی فلان'' بلکہ ''لفلان'' بولا جاتا ہے۔

اگر بالفرض یہاں ''القربی'' سے قرابت مند اور رشتہ دار ہی مراد لے لئے جائیں تو پھر قرابت کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔نسبی یعنی خونی رشتہ دار

۲۔رضاعی یعنی دودھ سے پیدا ہونے والا رشتہ

۳۔صہری یعنی نکاح سے پیدا ہونے والا سسرالی رشتہ

اس معنی کے اعتبار سے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام نسبی، رضاعی اور صہری رشتہ داروں سے محبت کا وجوب ثابت ہو جائے گا (جس کے اہل تشیع بھی قائل نہیں ہیں)

مزید یہ کہ چار افراد یا کسی ایک فرد کی بھی کسی صحیح خبر واحد سے بھی تعیین و تخصیص ثابت ہو جاتی تو پھر بھی آیت کا مفہوم قطعی نہ رہتا بلکہ ظنی ہو جاتا اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ عقائد میں ظن کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اگر اہل تشیع کے اعتقاد کے مطابق یہاں القربیٰ کے معنی رشتہ دار یا قرابت مند بھی فرض کر لیے جائیں تو پھر

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کس کے قرابت مند مراد ہوں گے؟ کیونکہ ذی القربیٰ کے الفاظ واحد وجمع کے صیغے سے قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پرآئے ہیں لیکن کسی ایک مقام پر بھی لفظ قربیٰ کے بعد کسی مضاف الیہ کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے کس کے ذی القربیٰ مراد ہیں۔ مضاف الیہ کے عدم ذکر کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر ایک بالکل واضح قرینے سے خود بخود واضح ہو جاتا ہے لہٰذا عبارت کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ جیسا کہ اگر مخاطب سے کہا جائے کہ **وآت ذالقربیٰ حقه** (قرابت مند کو اس کا حق دو تو اس سے مراد مامور ہی کے **ذی القربیٰ** ہوں گے، دوسرے کے نہیں ہوں گے۔

اگر غائب کے صیغے سے کہا جائے جیسے **''وآتی المال علی حبہ ذو القربیٰ''** (اس نے اللہ کی محبت میں مال **ذوی القربیٰ** کو دیا) تو اس سے مراد صرف اسی غائب مذکور کے ذوی القربیٰ ہوں گے۔

اسی طرح اگر متکلم کہے کہ میں ذوی القربیٰ کا خیال رکھتا ہوں تو اس سے اس متکلم ہی کے ذوی القربیٰ مراد ہوں گے۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ زیر بحث آیت کے ٹکڑے میں مودۃ فی القربیٰ میں قربیٰ کے لفظ سے کس کی قرابت مراد ہے؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت یا ان کی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں؟

اہل تشیع کا کہنا ہے کہ اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مراد ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب ہوا کہ میں تم سے اپنی اس تبلیغ کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا بجز اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ یہ خود ساختہ اور تحریفی تفسیر غلط ہی نہیں تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمی وتبلیغی روح کے بھی خلاف ہے کسی پیغمبر نے بھی امت سے اس قسم کا اجر نہیں مانگا بلکہ ہر قسم کے اجر کی نفی فرمائی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
(سورۃ یونس آیت ۷۲)

پھر اگر تم نے منہ پھیر لیا تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔

یہاں من اجر میں ''من'' تبعیض کے لئے ہے یعنی کسی قسم کا چھوٹے سے چھوٹا معاوضہ بھی مطلوب نہیں ہے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کا یہی مؤقف ایک دوسرے مقام پر بایں الفاظ دہرایا گیا ہے کہ:

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء آیت ۱۰۹)

اور میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا۔ میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے۔

۳۔ سورۃ ھود میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

وَ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (ھود آیت ۲۹)

اور اے میری قوم! میں تم سے اس تبلیغ کے عوض کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

۴۔حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

یٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (سورۃ ھود آیت ۵۱)

اے میری قوم! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

۵۔ایک دوسرے مقام پر ھود علیہ السلام نے یہ الفاظ ادا فرمائے کہ:

وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء ۱۲۷)

میں اس پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو تمام جہاں کے پروردگار کے پاس ہی ہے۔

۶۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ:

وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء نمبر ۱۴۵)

میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو بس پروردگار عالم کے ہی ذمہ ہے۔

۷۔حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ:

وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء۔۱۶۴)

میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہاں کا رب ہے۔

۸۔حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ:

وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء۔۱۸۰)

میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا۔ میرا اجر تمام جہانوں کے پالنے والے کے پاس ہے۔

۹۔اصحاب القریۃ کے تین رسولوں کے متعلق ایک مومن کی گواہی کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ (یٰسٓ۔۲۱)

ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہِ راست پر بھی ہیں۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح اب خاتم النبیین والمرسلین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند قرآنی ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۰۔وَ مَا تَسۡـَٔلُہُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (یوسف ۱۰۴)

اور آپ ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہے ہیں۔ یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی نصیحت ہے۔

۱۱۔اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ (الانعام ۹۰)

یہی لوگ (یعنی انبیاء) ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف تمام جہاں والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

۱۲۔ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَکَلِّفِیۡنَ (صٓ ۸۶)

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ یعنی ایسا نہیں کہ دل میں تو تم سے کسی شکل میں معاوضہ لینے کی خواہش موجود ہو اور ازراہِ تکلف زبان سے ہر قسم کے معاوضہ کی نفی کررہا ہوں۔

۱۳. اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (الطّور ۴۰)

کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کرتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے بوجھل ہو رہے ہیں؟

۱۴۔ بالکل یہی الفاظ سورۃ القلم کی آیت ۴۶ میں بھی دہرائے گئے ہیں۔

۱۵۔ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْد (سبا ۴۷)

کہہ دیجئے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہارے لئے ہے۔ (یعنی وہ تم اپنے پاس ہی رکھو) میری دل سوزیوں کا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

۱۶۔ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا (الفرقان ۵۷)

کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے۔

یعنی یہی میرا اجر ہے کہ رب کا راستہ اختیار کرلو۔

۱۷۔ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ. وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (المؤمنون ۷۲-۷۳)

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی معاوضہ چاہتے ہیں؟ یاد رکھیے کہ آپ کے رب کی اجرت بہت ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ یقیناً آپؐ تو انہیں راہ راست کی طرف بلا رہے ہیں۔

۱۸۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں تم سے اپنے اس کام (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت میں محبت (والے سلوک کی تم سے امید رکھتا ہوں)

مذکورہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فریضۂ رسالت وتبلیغ کے عوض ہر قسم کے اجر ومعاوضہ کی کامل نفی کردی ہے اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر اتنا اجر مانگتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرتے رہو۔

یہ الزام صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہی عائد کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فریضۂ رسالت ادا کرنے میں جس قدر صعوبتیں جھیلی تھیں اور تکالیف اٹھائی تھیں وہ صرف اس مقصد کے لئے تھیں کہ ان کے رشتہ داروں اور بالخصوص آل کساء سے محبت کی جائے اور مخصوص افراد کو خلافت وامامت کے منصب پر فائز کیا جائے۔

پھر اگر سورۃ شوریٰ کی زیر بحث آیت سے ان مخصوص افراد کی محبت کا وجوب ثابت بھی ہو جائے تو اس سے

خلافت بلافصل کا عقیدہ کیوں کر کشید کیا جا سکتا ہے؟

کیا اس تحریفی تفسیر کو قبول کر کے مخصوص حضرات سے محبت کو اجرت رسالت قرار دیا جا سکتا ہے؟

علاوہ ازیں **قل لا اسئلکم علیه اجرا الّا المودة فی القربی** میں الاحرف استثناء بھی قابل غور ہے۔

استثناء کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔استثناء متصل ۲۔استثناء منقطع

اگر ''مستثنیٰ''، مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اور اس کا ہم جنس ہو تو متصل ہے اور اگر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہو اور اس کا ہم جنس نہ ہو تو منقطع ہے۔مثلاً یہ کہا جائے کہ **جاء العلماء الا زیدا** (علماء آگئے بجز زید) اس کا مطلب یہ ہے کہ زید بھی علماء میں داخل ہے۔اسے استثناء متصل کہا جاتا ہے۔اور اگر یوں کہا جائے کہ **جاء العلماء الا کتابا** (علماء آگئے بجز خط کے) تو اس مثال کا مطلب یہ ہوگا کہ خط علماء میں شامل نہیں بلکہ خط نہ آنے کا ذکر ایک الگ بات ہے اسے استثناء منقطع کہا جاتا ہے۔

سورۃ الفرقان کی آیت ۵۷ میں بھی اجر رسالت کے حوالے سے استثناء منقطع آیا ہے:

"قل ما اسئلکم علیه من اجر الاّ من شاء ان یتخذ الی ربه سبیلا"

یہاں ظاہر ہے کہ استثناء منقطع ہے **"من شاء ان یتخذ الٰی ربهسبیلا"** کوئی معاوضہ نہیں جس کو عام معاوضے سے مستثنیٰ کیا گیا ہو۔یہ دو الگ الگ باتیں ہیں اور اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ میں تم سے کسی قسم کا کوئی اجر بھی نہیں چاہتا۔ہاں یہ چاہتا ہوں کہ تم ٹھیک ہو جاؤ اور راہ حق اختیار کرلو۔

بالکل یہی صورت زیر بحث آیت میں بھی ہے:

''قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی''

اس آیت میں مودت فی القربیٰ مستثنیٰ ہے اور اجر مستثنیٰ منہ ہے اور مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں نہ تو داخل ہے اور نہ ہی اس کا ہم جنس۔

مؤدت فی القربیٰ قرابت کی وجہ سے ثابت ہوئی ہے نہ کہ تبلیغ رسالت کی وجہ سے لہٰذا مودت فی القربیٰ کو تبلیغ رسالت کا صلہ ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب میں تم سے تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور اس تبلیغ سے بھی تمہاری خیر خواہی ہی مقصود ہے تم اگر میرے پیغام کو قبول نہیں کرتے تو مجھے تکلیف تو نہ پہنچاؤ۔میرے راستے میں رکاوٹیں نہ ڈالو۔قرابت ہی کا لحاظ کرو۔میرا تعلق بھی قریش کی شاخ بنو ہاشم سے ہے۔میں بھی تمہارا ہم نسب ہوں بلکہ تمہیں تو عرب معاشرے و رواج اور عام انسانی و اخلاقی تقاضے کے تحت بھی باہمی طور پر خیر خواہی، ہمدردی، امداد باہمی، رواداری اور مؤدت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

آیت کا یہ مضمون محض وعظ و تذکیر ہے یہ کوئی رحم کی درخواست نہیں ہے۔نہ ہی اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کفار سے (معاذ اللہ) خوف زدہ تھے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار سے ہر قسم کے اجر کی مکمل نفی کرتے ہوئے انہیں ایک دوسری بات کی تلقین کر رہے ہیں کہ تم قرابت داری کے مسلمہ انسانی اصول کو تو ملحوظ رکھو۔یہ کوئی اجر نہیں جسے دوسرے تمام اجروں سے مستثنیٰ کیا گیا ہو۔یہ مستثنیٰ منقطع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو الگ الگ باتیں بتائی جارہی ہیں۔ کلام ادب اور اصول زبان کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی استثنٰی کی اس قسم سے آگاہ ہے۔